مولانا سجاد الحجابی *

مناظرے کا دینی مقام اور تاریخی پس منظر

مولانا مفتی محمد سجاد الحجابی علم و تحقیق کے حوالے سے ایک جانا پہچانا نام ہے، علوم عربیہ، عقلیہ ونقلیہ کی تدریس میں منفرد مقام کے حامل ہیں، عربی زبان وانشاء کے صاحب طرز ادیب ہونے کیساتھ مختلف نادر مخطوطات پر تحقیق وتخریج اور قدیم علمی ورثہ کی اشاعت نیز ان سے استفادے جیسے قابل تقلید خدمات انجام دے رہے ہیں، زیر نظر مقالہ ان کے ذوق تحقیق اور کتاب شناسی کا آئینہ دار ہے۔ (ابن مدنی)

الحمد لله رب العالمين والصلا والسلام على نبيناً محمد وعلى آله وصحبه جمعين۔ واما بعد !

اس میں شک نہیں ہے کہ "مناظرہ" کے اصول وقواعد کتاب اللہ عزوجل اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مستنبط ہے اجماع بھی مناظرہ کو مشروع جانتا ہے اور صحابہ کرام کا عمل بھی اسی پر ہے۔

قرآن کریم میں مناظروں کا جابجا ذکر ہے خود حضور ﷺ نے نجران کے عیسائیوں اور یہودیوں سے مہذب انداز میں گفتگو فرما کر حق واشگاف کیا، کئی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے اہل بدعت سے مناظرے فرمائیں جیسا کہ خوارج سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مناظرہ مشہور ہے۔

فرقہ قدریہ جب زور پکڑنے لگا اور ان کیا وکار حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں دارالخلافہ دمشق پہنچنے لگے، تو انہوں نے غیلان بن مسلم کے ساتھ تقدیر کے عقیدہ پر مناظرہ رکھا، دونوں طرف سے دلائل پیش ہوئے، جس میں حق فتح یاب ہوا غیلان بن مسلم نے اپنے باطل عقیدے سے توبہ کرلی، جس کے الفاظ کو تاریخ نے سنہری حروف میں نقل کیا ہے، غیلان کہنے لگے:

"ياامير المومنين لقد جئتك ضالا فهديتني ، واعمى فبصرتني ، و جاهلا فعلمتني، والله لاتكلم في شئي من هذا الامر ابداً (۱)

"اے امیر المومنین! آپ نے مجھے راہ راست پر لایا حالانکہ میں بھٹکا ہوا تھا، آپ نے مجھے صاحب بصیرت بنا دیا، حالانکہ میں راہ سے آندھا تھا اور آپ نے مجھے علم دیا، حالانکہ میں جاہل تھا۔ اللہ کی قسم آئندہ کبھی بھی اس

---

* دارالعلوم نرشک مردان

معاملے میں بات پرس اور گفتگو نہیں کروں گا"۔

ائمہ اربعہؒ نے تو اپنے اپنے دور میں اہل بدعت کے ساتھ خوب خوب مباحثے و مناظرے کئے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ خود فرماتے ہیں کہ میں بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ گیا ہوں اور کئی کئی مہینے رک کر اہل بدعت سے مناظرہ کیے ہیں۔(۲)

بلکہ امام اعظمؒ کے "مناظرات عقیدیہ وفرعیہ " کا تاریخ نے ایک معتد بہ حصہ نقل بھی کیا ہے، جو ایک مستقل کتاب میں جمع ہو سکتے ہیں۔امام شافعیؒ کا " حفص الفرد " سے مناظرہ، امام مالکؒ کا " استواء " کے مسئلہ پر جہم بن صفوان سے مباحثہ، امام احمدؒ کا معتزلہ کے خلاف معتصم باللہ کے دربار میں خلق قرآن کے مسئلے پر گفتگو تاریخ کے کسی بھی طالب علم سے مخفی نہیں ہے۔

مناظرہ کے مشروعیت پر اجماع کے متعلق محدث جلیل خطیب بغدادیؒ " کتاب الفقیہ والمتفقہ " میں یوں رقم طراز ہیں: " [وجدنا هل العلم في كل عصر يتناظرون و يتباحثون، ويحتج بعضهم على بعض"

"اور ہم ہی نے ہر زمانے میں اہل علم کو آپس میں مناظرہ اور مباحثہ اور ایک دوسرے پر دلائل پیش کرتے ہوئے پایا"

پھر آگے جا کر فرماتے ہیں:

"وقد وجدنا الائمه متفق على حسن المناظرة في هذه المسائل و عقدِ المجالس بسببها (۳)

"اور ہم نے ان مسائل میں حسن المناظرہ پر اور انہی مسائل کے سبب مجالس کے انعقاد پر ائمہ کرام کو متفق پایا"

لہذا مناظرہ اگر اپنے شرائط کے ساتھ ہو، تو اس کی مشروعیت میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے، جب کہ فقیہ الامت امام حصکفی، تو اسے عبادت قرار دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"والمناظر في العلم لنصر الحق عباد"(٤) "علم میں حق کی خاطر مناظرہ کرنا عین عبادت ہے"

لیکن اگر مناظرہ کے شرائط کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس سے احتراز برتنا چاہیے، چنانچہ بعض سلف صالحین ایسے مناظروں سے بچتے رہتے تھے، جو صدق نیت پر مشتمل نہ ہو۔

ہاں !اگر مناظرہ صدق نیت اور احقاق حق کے ارادے سے ہو، تو اس کے بہت سارے فائدے بھی ہیں مثلاً:

(۱) حق کا باطل سے جدا ہونا، چنانچہ امام ابوالولید الباجی المالکی لکھتے ہیں:

"هذا العلم (علم المناظر)من أرفع العلوم قدرا واعظمها شأنا، لانه السبيل الى معرفة الاستدلال و تميز الحق من المحال، ولولا صحيح الوضع في الجدل لما قامت حجة ولا اتضحت محجه ولا علم الصحيح من السقيم ولا المعوج من المستقيم(٥)

"علم المناظرہ باقی علوم سے قدر و منزلت کے اعتبار سے اعلیٰ مقام رکھتا ہے، کیونکہ یہ ہی ایک ایسا راستہ ہے، جس کے

ذریعے صحیح استدلال کی معرفت اور باطل سے حق کی امتیاز کی جاتی ہے"

(۲) مناظرے سے تشحیذ اذہان ہوتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

"رایت ملاحه الرجال تلقیحا لالبابهم (٦) 'میں لوگوں کا آپس میں مباحثہ انکے عقول کی زرخیزی اور دانش مندی سمجھتا ہوں' اور راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

"فان الجدال مع ما فیه قد یوقظ الفهم" (۷) "کچھ شرائط کے ساتھ بحث ومباحثہ فہم کو زرخیزی بخشتا ہے"۔

(۳) مذاکرہ علم یعنی گفتگو سے مذاکرہ علم ہوتا ہے جس کی بدولت دقائق کی گھتیاں سلجھ جاتی ہے اور وسعت معلومات کا سبب بنتا ہے۔(۴) اصل مصادر ومراجع کی طرف رجوع کی مشق (۵) اسلام اور حق کا بول بالا

(۶) علوم کی تنقیح وفہم بھی مناظرہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (۷) کثرت تالیف: چنانچہ مخالفین کی طرف سے جو کتابیں لکھی جاتی ہے اہل حق کی طرف سے اس کی جوابات تحریر کیے جاتے ہیں، جو کثرت تالیف کا سبب ہے۔

(۸) اور اس زمانے میں سب سے بڑا فائدہ مناظرے کی وجہ سے اہل باطل کے سامنے ایک بند باندھی جاتی ہے، جس سے اہل باطل رک جاتے ہیں اور اہل حق میں خاص کر عوام الناس گمراہی کی طرف نہیں جاتے۔

اس کے علاوہ بھی مناظرہ کے بہت سارے فوائد ہیں، دوسری جانب اگر مناظرہ نیت فاسد سے منعقد کیا جائے، تو اس کے نقصانات بھی کم نہیں۔مثلاً: (۱) اس سے بغض وعداوت بڑھتا ہے۔(۲) کثرت غیبت کا سبب بنتا ہے۔ (۳) نیت کے فساد کیلئے سبب بنتا ہے۔ (۴) جھوٹ بولنے کا ذریعہ بنتا ہے۔چنانچہ "مناظر باطل" اپنے مدعی ثابت کرنے کیلئے جھوٹ گھڑنے سے نہیں کتراتا۔ (۵) گالم گلوچ تک نوبت پہنچنا۔

راقم کے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ جب خصم دلائل کے جواب سے عاجز آجائے تو گالیوں پر اتر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مناظرہ میں طرفین کیلئے نیت کا درست کرنا نہایت ضروری ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سلف نے ایسے مباحثے سے منع فرمایا ہے۔امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"الجدال فی الدین ینشئی المراء، و یذهب بنور العلم من القلب و یقسی القلب و یورث الضغن" (۸)

"دین میں جنگ وجدال بدمزاجی کو جنتا ہے اور یہ دل کی بے نوری قساوت اور آپس میں حسد وکینہ کا سبب ہے"

اور حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں: "والخصوم مبدء الشر، وكذا الجدال والمراء، ینبغی للإنسان أن لا یفتح علیه باب الخصومة إلا لضرورة لابد منها" (۹)

"انسان کو کسی شدید حاجت کے بغیر ان خصومات سے روگردانی اور گریز کرنا چاہیے، کیونکہ یہی شر کی جڑ ہے"

درحقیقت اگر مناظرہ کو صحیح ودرست نیت سے کیا جائے تو اس کا ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ہمارے اسلاف کا یہی شیوا تھا کہ جب اہل باطل حق کے راستے کیلئے مسلسل رکاوٹیں کھڑی کرتے تھے، تو اہل حق مختلف اندازوں سے

ان کا مقابلہ کرتے اور جب وہ باز نہ آتے تو مناظرے کو ترکش کے آخری تیر کے طور پر استعمال کرتے تھے۔
امام المتکلمین شیخ اہل السنۃ ابوالحسن الاشعریؒ کا حال حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ تحریر کرکے تبصرہ فرماتے ہیں:
"امام ابوالحسن کو مناظرہ اور بحث و استدلال کا پہلے سے ملکہ تھا اور یہ ان کا فطری ذوق اور خداداد صلاحیت تھی، مذہب حق کی حمایت کے جذبہ اور تائید الٰہی نے ان کی ان قوتوں اور صلاحیتوں کو اور جلا دیدی وہ اپنے زمانے کے عقلی سطح سے بلند تھے اور عقلیات و علم کلام میں مجتہدانہ دماغ رکھتے تھے"
معتزلہ کے سوالات و اعتراضات کا جواب وہ اس آسانی سے دیتے تھے جیسے کوئی کہنہ مشق استاذ اور ماہر فن، مبتدی طالب علموں کے سوالات کا جواب دیتا ہے اور ان کو خاموش کر دیتا ہے ان کے ایک شاگرد ابوعبداللہ بن خفیفؒ اپنی پہلی ملاقات اور ایک مجلس کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

"میں شیراز سے بصرہ آیا مجھے ابوالحسن اشعریؒ کی زیارت کا شوق تھا لوگوں نے مجھے ان کا پتہ دیا، میں آیا تو وہ ایک مجلس مناظرہ میں تھے وہاں معتزلہ کی ایک جماعت تھی اور وہ لوگ گفتگو کر رہے تھے جب وہ خاموش ہوئے اور انہوں نے اپنی بات پوری کر لی تو ابوالحسن اشعریؒ نے گفتگو شروع کی انہوں نے ایک ایک سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے یہ کہا تھا اور اس کا جواب یہ ہے تم نے یہ اعتراض کیا تھا اور اس کا جواب اس طرح ہے، یہاں تک کہ انہوں نے سب کا جواب دے دیا جب وہ مجلس سے اٹھے تو میں ان کے پیچھے پیچھے چلا اور ان کو اوپر سے نیچے تک دیکھنے لگا، انہوں نے فرمایا کہ تم کیا دیکھتے ہو؟ میں نے کہا کہ یہ دیکھتا ہوں کہ آپ کی کتنی زبانیں ہیں کتنے کان اور کتنی آنکھیں ہیں (کہ آپ سب کی سنتے، سب کی سمجھتے، اور سب کا جواب دیتے ہیں) وہ یہ سن کر ہنس دیے۔(۱۰)

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ آپ کی سب باتیں تو سمجھ میں آئی مگر یہ نہ سمجھ سکا کہ آپ ابتداً خاموش کیوں رہتے ہیں اور معتزلہ کو گفتگو کا موقع کیوں دیتے ہیں آپ کی شان تو یہ ہے کہ آپ ہی گفتگو کریں اور اعتراضات کو خود رفع کر دیں۔

انہوں نے فرمایا کہ میں ان مسائل اور اقوال کو اپنی زبان سے ادا کرنا جائز نہیں سمجھتا البتہ یہ جب کسی کے زبان سے نکل جائیں، تو پھر ان کا جواب دینا اور ان اقوال کی تردید اہل حق کا فرض ہو جاتا ہے (۱۱)

علما دیوبند (کثر اللہ سوادھم) میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کے اہل بدعت سے مناظرے کسی پر مخفی نہیں ہے موضوع کے مناسبت سے ان کے دو مناظروں کی روئیداد نقل کیے دیتا ہوں، جن میں ایک مناظرہ سنبھل انڈیا میں فرقہ بریلویہ سے ہوا، جب کہ دوسرا مناظرہ آریہ سماج والوں سے بریلی میں ہوا۔
ان دونوں مناظروں کے احوال اگر چہ تھوڑے طویل ہے لیکن انشاءاللہ فائدے سے خالی نہیں۔

سنبھل کا مناظرہ:

مولانا خود فرماتے ہیں: کہ میرا قیام اس زمانے میں امروہہ میں تھا سنبھل میں مناظرے کے انتظامات کے سلسلے میں ضروری اطمینان حاصل کرنے کے بعد اگلے ہی مہینے (صفر ۱۳۴۷ھ) کے آغاز سے ہی اس مناظرے کے سلسلے میں تاریخ اور شرائط جیسی باتیں طے کرنے کے لیے اہل بریلی سے خط وکتابت شروع کردی گئی ایک ایک رجسٹری انکاری واپس آنے کے بعد دوسری رجسٹری کا جواب ۲۲ صفر کو ان الفاظ میں ملا:

"خیر اب ہم بالکل تیار ہیں اور آمدورفت اور خورد ونوش کے خرچ کے منتظر ہیں لہٰذا جلد از جلد تاریخ مناظرہ اور مقام مناظرہ کہ سنبھل میں کس جگہ ہوگا اور شرائط مناظرہ مقرر فرما کر اور اس کے ساتھ آمدورفت اور خورد ونوش کا خرچ نقد روانہ فرما دیجئے"۔

اس کے جواب میں فوراً ہی شرائط مناظرہ کی اپنی تجویز کیساتھ لکھا گیا، کہ ان شرائط کی بعینہٖ یا ترمیم وتنسیخ کیساتھ منظوری آنے کے بعد تاریخ مناظرہ طے کردی جائے گی اور اس تاریخ سے ایک ہفتہ قبل زاد راہ بھی حاضر خدمت ہوجائے گا۔ یہ رجسٹر وجواب ۲۶ صفر کو بھیجا گیا تھا۔ کوئی جواب نہ آیا تو ۱۱ ربیع الاول کو تقاضے کی ایک رجسٹری اور بھیجی گئی اور اس کے جواب میں بھی خاموشی رہی۔ تو تیسری ایک رجسٹری ۲۲ ربیع الاول کو حوالہ ڈاک ہوئی، تب جا کر ۲۷ ربیع الاول کو جواب آیا، خط وکتابت کا یہ بیان مختصر کرتے ہوئے، آخری بات یہ ہے، کہ جب مناظرے کیلئے ۲۲ تا ۲۴ جمادی الاولی مقرر ہوگئی، اور ادھر سے حسب وعدہ سفر خرچ کا منی آرڈر بھی چلا گیا، تو بجائے کسی رسیدی جواب کے ایک اشتہار "بعنوان کھلا خط" ٹھیک ۲۱ جمادی الاولی کو موصول ہوا جسکا مضمون یہ تھا۔

"جناب مولوی منظور حسن صاحب خصوصاً وجمیع وہابیہ سنبھل عموماً دور ضلع نینی تال میں جو قرارداد ہوچکی تھی اس کے مطابق میں آپ سے مناظرے کیلئے تیار تھا اور ہوں لیکن معلوم ہوا کہ تلمیذ رشید عزیز سعید شیر بیشہ اہل سنت مولوی حشمت علی خان صاحب لکھنوی کے مقابلے میں آپکا سارا گروہ عاجز رہا۔۔۔۔۔

خدا عزوجل ورسول ﷺ نے عزیز موصوف کو آپ کے گروہ کے مقابلے میں پانچ روشن فتحیں اور آپ کے گروہ کو پانچ بار شرمناک شکستیں دی آپ اور آپکا گروہ سب عزیز موصوف کے مقابلے سے عاجز آچکے، مناظرہ بحمد اللہ تعالی اہل سنت کی فتح مبین اور وہابیہ کی شکست مہین پر ختم ہوچکا۔

لہٰذا وہ مناظرہ جو قرارداد ضلع نینی تال کے مطابق طے ہوا تھا ختم ہوچکا، کہ جو لوگ میرے تلمیذ سعید کے سامنے اپنا اسلام ثابت کرنے سے عاجز رہے، وہ میرے سامنے ایک فرعی مسئلہ علم غیب میں لب کشائی کا کیا حق رکھتے ہیں۔ اب بھی اگر مناظرہ کرنا ہو تو اسکی ایک تحریر دو کہ ہمارا سارا گروہ مولوی حشمت علی صاحب کے مقابلے سے عاجز رہا یا اپنے اکابر کو دیوبند وتھانہ بھون سے بلاتا کہ انکا عجز وفرار بھی ایسا ہی دکھا دیا جائے۔"

مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس اشتہار عام کے ذریعے اپنے نزدیک اس بات کا پکا انتظام کرلیا تھا کہ مناظرے سے جان چھوٹی، مگر اپنا جو عالم اس زمانے میں تھا، اسمیں اسکی کیا گنجائش تھی موصوف کو ایک نوٹس جوابی تار برقی کے ذریعے ۲۲ تاریخ کو دیا گیا۔ "فوراً آیئے، ہر قسم کی بہانہ سازی کو چھوڑ دیجئے ورنہ جملہ خرچے کے آپ ذمہ دار ہونگے"
اور اسکے بعد موصوف کو چارونا چار آنا پڑا، اگر چہ پھر بھی اتنی دیر ضرور لگادی کہ ۲۴ تاریخ کو پہنچے جو کہ مناظرے کا آخری طے شدہ دن تھا اور نتیجتاً یہ مناظرہ ۲۴ تا ۲۶ ہوا۔

موصوف آ تو گئے، مگر مناظرے کیلئے خود کھڑے ہونے کو کسی طرح تیار نہ ہوئے، بلکہ اپنے ساتھ اپنے عزیز سعید، تلمیذ رشید مولوی حشمت علی صاحب کو لے آئے تھے انہی کو اپنا وکیل بنا کے کھڑا کیا، اور ان "عزیز سعید" نے پورے دو دن تو "سوال کچھ اور جواب کچھ" کے میدان میں اپنی مہارت دکھانے کا وہ منظر پیش کیا، کہ خود انکی جماعت شرم سے پانی پانی ہونے لگی، مسئلہ زیر بحث رسول اللہ ﷺ کا علم غیب تھا اور وہ اپنی جوابی تقریر میں بحث کا موضوع بناڈالتے تھے اکابر دیوبند کے اسلام اور کفر کو، موضوع بحث سے انکے فرار کی یہ کیفیت دو دن میں اتنی روشن ہوگئی، کہ بالآخر انکی جماعت کے سرغنہ بھی تاب نہ لاسکے اور انھیں مجبور کیا کہ موضوع پر بات کریں اور انکے دعوائے علم غیب کے خلاف جو دلیل پر دلیل مسلسل پیش کی جارہی ہے، اسکے جواب میں کچھ تو اپنی دلیل پبلک کے سامنے لائیں، اسکے نتیجے میں تیسرے دن انھیں بھی کچھ شرم آہی گئی، اور کوشش شروع کی، کہ دوسری طرف کی انکاری آیات واحادیث کے مقابلے میں کچھ ثبوت والی دلیلیں لائیں، تو اس میدان میں چونکہ انکی گرہ بالکل ہی خالی تھی۔ ورنہ انکے استاذ شیخ الحدیث مولوی رحم الٰہی صاحب اس مناظرے میں آنے سے بچنے کیلئے وہ سب کچھ کیوں کرتے، جسکی تفصیل اوپر آئی، اسلئے اللہ تبارک وتعالی کی تائید ونصرت سے اس مناظرے کے آخری دن میں یہ باب بالکل ہی روشن ہوگئی۔ کہ عالم الغیب والشھادہ صرف اسی کی ذات وحدہ لاشریک ہے اور کوئی بھی بندہ چاہے وہ نبی ورسول کے مرتبے کا ہو، بلکہ ان سب میں بھی اشرف وافضل کیوں نہ ہو، اسکے لئے علم غیب کی صفت کا دعوی کرنا قطعی طور پر خلاف قرآن وحدیث ہے۔ والحمدللہ تعالی وسبحانہ

امروہہ اور سنبھل کے مناظروں کی تفصیلی روئداد اسی زمانے میں "صاعقہ آسمانی بر فرقہ رضاخانی" (۱۲) کے نام سے چھپ گئی تھی اور فائل میں موجود ہے، مگر یہاں اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔

آریہ سماجیوں سے مناظرہ

حضرت مولانا منظور نعمانی کا آریہ فرقہ سے کئی مناظرے ہوئے ان میں پہلے مناظرے کے احوال پیش ہے۔

مولانا خود لکھتے ہیں: "آریہ سماج والوں سے پہلے مناظرے کی نوبت بریلی میں آئی، یہ دسمبر ۱۹۳۲ء کی بات ہے میں قیام تو اس وقت تک بریلی میں نہیں ہوا تھا، لیکن وہاں کے مدرسہ مصباح العلوم میں میرے استاد حضرت مولانا

کریم بخش صاحب کے صاحب زادے مولانا عبدالحق صاحب کا صدر مدرس کی حیثیت سے تقرر ہو گیا تھا انہوں نے اس سال مجھے اپنے مدرسے کے سالانہ جلسے میں تقریر کیلئے مدعو کیا، میری تقریر کا عنوان تھا: "حضرت محمد ﷺ کی صداقت اور قرآن مجید کا وحی الٰہی ہونا"

تقریر کے دوران میں ایک صاحب اعتراض کے لئے یا کہیئے سوال کرنے کھڑے ہو گئے، ان کے اعتراض نے بتایا کہ یہ آریہ سماجی ہندو ہے میں نے ان سے کہا کہ آپ میری تقریر کے بعد مجھ سے ملیں اور اپنی بات کہیں، تب میں جواب دونگا، وہ بعد میں ملے اور اپنا نام ماسٹر بلدیو پرشاد سورن بتایا اور مختصر گفتگو کے بعد انہوں نے مناظرہ کا چیلنج دیا، جس کے بارے میں شہر کے دو معزز مسلمانوں نے ان سے بات چیت کر کے میری منظوری سے چھ دن کا مناظرہ طے کیا، جس میں پہلے تین دن میں قرآن پاک کا وحی الٰہی ہونا موضوع بحث ہوگا اور دوسرے تین دن میں وید کے بارے میں یہی بحث ہوگی، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد سے پہلے تین دن میں یہ صورت حال ہوئی کہ خود ماسٹر صاحب کی طرف کے صدر جلسہ کو جو خود ہندو اور ایک کالج کے پرنسپل تھے۔ چوتھے دن ماسٹر صاحب پر رحم کھا کر یہ کہنا پڑا کہ مولانا صاحب آپ کا اور ماسٹر صاحب کا کوئی مقابلہ نہیں ہے، اس لئے مناظرے کے مزید جاری رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں مناسب ہے کہ اب ختم کر دیا جائے اس طرح چوتھے دن ہی یہ مناظرہ خود ماسٹر صاحب کے اپنے صدر جلسہ کی فرمائش پر ختم ہو گیا فالحمد للہ اس کے بعد ان لوگوں سے بعض اور مناظرے ہوئے۔ جو ۳۴ء میں الفرقان جاری ہونے کے بعد میں ہوئے، اور انکی روداد الفرقان میں آئی اس دور کا بھی پہلا مناظرہ بریلی ہی میں مشہور سماجی پنڈت گوپی چند سے ہوا(۱۳)

میدان "علم المناظرہ" میں تصنیفی خدمات:

علم المناظرہ پر سب سے پہلی باقاعدہ مدون کتاب ایک جلیل القدر حنفی عالم، علامہ رکن الدین ابو حامد محمد العمیدی الفقیہ الحنفی، (۶۱۵ھ) نے "الارشاد" کے نام سے لکھی، امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) جو عمیدی صاحب "الارشاد" کے معاصر بھی ہے انہوں نے عمیدی پر کافی زیادات کیے۔

البتہ اس فن میں سب سے مشہور کتاب شمس الدین حکیم سمرقندیؒ (۶۰۰ھ تخمیناً) نے تحریر کی(۱۴)

اسکے بعد تو علم المناظرہ والجدل کے حوالے سے کافی کتابیں لکھی گئی، بطور فائدہ ان مفید کتابوں کی مختصر فہرست حاضر خدمت ہے۔

۱: الولدیہ فی آداب البحث والمناظرۃ، تالیف علامہ ساجقلی زادہ(م:۱۱۴۵ھ) بمصطفی البابی مصر، ۱۹۶۱ء میں چھپی ہے انہوں نے اپنے ایک دوسرے کتاب ترتیب العلوم کے ص ۱۴۱ پر اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے(۱۵)

۲: شرح الولدیہ، تالیف: السید عبدالوھاب، یہ شرح بھی مصطفیٰ البابی، مصر سے چھپی ہے۔

۳: شرح الولدیہ، تالیف :امام آمدی

۴: شرح الولدیہ، تالیف : منلا عمر زادہ

۵: آداب البحث والمناظرة، تالیف:محمد بن اشرف سمرقندی(متوفی ۶۰۰ھ) مخطوط، مکتبہ جامعہ الملک سعود

۶: شرح آداب البحث والمناظرة،تالیف: کمال الدین مسعود رومی (متوفی ۹۰۵ھ)

۷: شرح آداب البحث للسمرقندی، تالیف: قطب الدین محمد الکیلانی (متوفی۸۹۱ھ)مخطوط، مکتبہ جامعہ الملک سعود

۸: آداب لبحث ولمناظرة مع شرحہ للمؤلف تلیف:علامہ طاش کبری زادہ(متوفی ۹۶۳ھ) مخطوطة، جامعہ لملک سعود

۹: آداب البحث والمناظرہ، تالیف الشیخ محی الدین عبدالحمید الحنفی المصری (۱۳۹۲ھ)

۱۰: آداب البحث والمناظرہ، تالیف: محمد امین بن محمد المختار الشنقیطی (۱۳۹۳ھ) ،مطبوع: دارالعلم،جدہ۔

۱۱: آداب البحث مع التعلیق، تالیف: علامہ احمد مکی(من علما الزہر الشریف) مطبوع: جمعیة النشر والتالیف الازہریہ، مصر۔

۱۲: الرسالة العضدیة، تالیف:عضدالدین والملة الایجی(متوفی ۷۵۶ھ)

۱۳: شرح لحنفی علی لرسال لعضدی، تلیف:شمس لدین لتبریزی (متوفی ۹۰۰ھ)مخطوط، جامعہ لملک سعود۔

۱۴: شرح العصام علی العضدیة ، تالیف:عصام الدین الاسفرایئنی(۹۴۳ھ)مطبوع، مکتبہ رحمانیہ، لاھور۔

۱۵: الھدیة المختاریة شرح الرسالة العضدیہ، تالیف: امام عبدالحیء لکھنوی(۱۳۰۴ھ)ادارة القرآن، کراچی

۱۶: شرح ملا صادق علی العضدیة، تالیف: محمد صادق بن درویش، مطبوع: مکتبہ رحمانیہ، لاھور

۱۷: اصول الاستدلال و المناظرة، تالیف: الشیخ العلام عبدالرحمن حبنکة المیدانی، مطبوع دارالقلم، بیروت۔

۱۸: علم الجدل فی علم الجدل، تالیف: نجم الدین الطوفی الحنبلی(۷۱۶ھ)

۱۹: الکافی فی الجدل، تالیف: امام الحرمین الجوینی(مت۴۷۸ھ)

۲۰: کتاب الجدل (علی طریقة الفقھا) تالیف:ابو الوفا ابن عقیل البغدادی(۵۱۳ھ)

۲۱: المغنی، تالیف للأ بھری ۲۲: المعونة فی الجدل ، تالیف للشیرازی(۳۹۳ھ)

۲۳: مقدمة النسفی *اس کی سب سے اچھی شرح سمرقندی ہے*

۲۴: تاریخ الجدل، تالیف: محمد ابو زھرة، مطبوع دارالفکر العربی

۲۵: عیون المناظرات تالیف:ابوعلی عمر السکونی(۷۱۷ھ)مطبوع:منشورات الجامع التونسیة ۱۹۷۶ء

۲۶: مناھج الجدل فی القرآن الکریم، تالیف: ڈاکٹر زاھر الألمعی مطبوع۔

۲۷: *مناظرہ کے اصول وآداب، تالیف: مولانا سیف اللہ تونسوی، مطبوع۔*

۲۸: *اصول مناظرہ، تالیف مولانا الیاس گھمن صاحب۔*

۲۹: اصول الجدل والمناظرة فی الکتاب والسنة، تالیف:ڈاکٹر حمد بن ابراھیم عثمان، مطبوع دارابن حزم۔

۳۰: الشریفیه فی المناظرة، تالیف: میرسید شریف جرجانی(۸۱۶ھ)

۳۱: الرشیدیة علی الشریفیة، تالیف:عبدالرشید جونپوری(۱۰۸۳ ھ)

۳۲: الحاشیة اللکنویة علی الرشیدیة، تالیف: امام عبدالحیء لکھنوی، مطبوع:المطبع العلوی، لکھنو۔

۳۳: الحاشیة الحمیدیة علی الرشیدیة، تالیف: فیض الحسن بن علام فخرالحسن سھارنفوری۔

۳۴: حلاصة الرشیدیة تسھیل الشریفیة، تالیف:مولوی غلام مصطفی ایم۔او۔ایل،مطبوع رفاہ عام، لاھور

۳۵: حمیدیه ترجمه رشیدیة، تالیف:مولانا عبدالقدوس قارن صاحب۔

احقر نے ان کتابوں کے لیے استقصا تو نہیں کیا ورنہ اور بھی کتابیں اس فن پر لکھی گئی ہے۔

آج کل ہمارے یہاں دینی مدارس سے عمیق اور مغلق کتابوں کے پڑھانے کا رواج ختم ہوتا جا رہا ہے، جس کا نقصان بالکل واضح ہے، کہ نئے فضلا کا عمق ودقت ، وسعت معلومات ، دلیل پر گرفت وہ نہیں ہے، جو پہلے ہوتی تھی اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ان کتابوں کو تدریس کا حصہ بنایا جائے اور شوق وذوق سے پڑھائی جائے اس سلسلے کی ایک کڑی علم المناظرہ کی مشہور کتاب "رشیدیہ "ہے، جو کئی صدیوں سے ہمارے مدارس کے نصاب میں شامل تھی ، لیکن افسوس ہے کہ اب چند ہی درسگاہوں میں پڑھائی جاتی ہے۔

مصادر و مراجع

(۱) مقدمه تبیین کذب المفتری للحافظ بن عساکر بقلم الکوثری:ص۱۱؛مطبوع دار الفکر، بیروت۔

(۲) دیکھیے مقدمہ اشارات المرام:۴، زم زم پبلشرز کراچی۔

(۳) اصول الجدل والمناظرۃ للدکتور احمد العثمان: ۶۸ بحوالہ کتاب الفقیه والمتفقه ۶۲، ج ۲

(۴) الدر المختار مع شرحه رد المحتار: ۴۲۱، ج ۶، ایچ ایم سعید۔

(۵) اصول الجدل والمناظرة :۱۶۶ بحواله المنهاج بترتیب الحجاج

(۶) جامع بیان العلم و فضله لابن عبدالبر: ج ۲، ص ۹۷، دار الکتب الاسلامیہ، مصر،۱۴۰۲ھ

(۷) الذریعه الی مکارم الشریعه:۲۵۹ مطبوع دارالوفا، منصورہ مصر۔

(۸) اصول الجدل:۱۹۰ مطبوع دار ابن حزم، بیروت۔

(۹) دیکھیے کتاب الکبائر للذہبی:۲۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت

(۱۰) تبیین کذب المفتری: ۹۵ دار الفکر بیروت۔

(۱۱) تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ اول،ص:۱۰۶۔۱۰۷، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

(۱۲) بلکہ حضرت نعمانی کے تمام مناظرات دار الکتاب، لاہور سے "فتوحات نعمانیہ " کے نام سے چھپ چکی ہیں۔

(۱۳) تحدیث نعمت، آپ بیتی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، ترتیب عتیق الرحمن سنبھلی نعمانی ص۳۲تا۳۸، قریشی پبلیشرز، لاہور۔

(۱۴) اصول الاستدلال والمناظر، شیخ عبدالرحمن ص۔۳۷۱ دار القلم، دمشق۔

(۱۵) دیکھیے: ترتیب العلوم، تالیف: ساجقلی زادہ:ص ۱۴۱، مطبوع: دار البشائر الاسلامیہ، بیروت۔